بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

۲۷ء کا ذکر ہے۔ راقم الحروف لاہور کے اورنٹیل کالج میں پڑھتا اور شاہی مسجد کے دامن میں جو حضوری باغ ہے اُس کے ہوسٹل میں رہتا تھا۔ کیوں کہ وولز ہوسٹل اُس وقت تک نہیں بنا تھا۔ اس زمانہ میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف اکثر حاصل ہوتا رہتا تھا۔ علامہ کو حضرت الاستاذ مولانا محمد انور شاہ الکشمیری کے ساتھ غیر معمولی عقیدت و ارادت بلکہ محبت کا تعلق تھا اور چوں کہ اس ناچیز کو حضرت شاہ صاحبؒ سے تلمذ اور یک گونہ اختصاص و قرب کی نسبت تھی اس لئے علامہ مرحوم ہمیشہ بڑی شفقت سے پیش آتے اور عموماً علمی اور اسلامی مسائل پر بے تکلفی سے گفتگو فرماتے تھے، اسی زمانہ میں انھوں نے خاکسار سے امام رازی کی مشہور کتاب المباحث المشرقیہ کے دو باب جو زمان و مکان کی بحث سے متعلق ہیں اُن کا ترجمہ کرایا، اور ترجمہ سے خوش ہو کر اپنی دو کتابیں اپنے آٹوگراف کیساتھ بطور انعام عطا فرمائیں۔ اس واقعہ کا ذکر محب گرامی قدر ڈاکٹر عبداللہ چغتائی نے اپنے ایک مقالہ میں کیا ہے۔ جو انجمن ترقی اُردو علی گڈھ کے سہ ماہی رسالہ اُردو ادب کی ایک اشاعت میں چھپا ہے۔

انھیں دنوں کا واقعہ ہے۔ ایک دن میں علامہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ فقہ و اجتہاد کے بعض مسائل پر گفتگو کرتے کرتے وہ اچانک پوچھ اُٹھے۔ "اچھا! یہ بتائیے۔ آپ کے نزدیک مستقبل میں عالمِ اسلام کی ذہنی قیادت کس ملک کو حاصل ہوگی؟" میں نے عرض کیا۔ "میرا جیسا ایک طالبِ علم آپ کے سامنے اس اہم موضوع پر کیا کہہ سکتا ہے! اس لئے آپ ہی فرمایئے۔" علامہ نے ایک اسپرنگ دار مسہری پر گاؤ تکیہ کے سہارے بیٹھے اور

حقہ کا لانبا سا ایک کش لیتے ہوئے فرمایا "میری یہ پختہ رائے ہے کہ مستقبلِ قریب میں عالمِ اسلام کی ذہنی و فکری قیادت مصر کو حاصل ہوگی۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قیادت کے لئے بسطۃً فی الجسم اور بسطۃً فی العلم دو اوصاف بیان کئے ہیں اور مصر کو ان دونوں سے بہرۂ وافر ملا ہے"۔ میں نے عرض کیا "بجا ارشاد ہوا! لیکن اشکال یہ ہے کہ مصر مغربی تہذیب و تمدن میں غرق ہے، اُس کے افکار و اعمال سب اُس کے زیرِ اثر ہیں، پھر اُس سے کیا توقع ہو سکتی ہے"؟ علامہ نے یہ سن کر جلدی جلدی حقہ کے دو تین کش لئے اور سنبھل کر بیٹھ گئے اور ایک تقریر شروع کی، اُس زمانہ میں اتنا ہوش کہاں تھا؟ ورنہ درحقیقت پوری تقریر اس درجہ حکیمانہ اور بصیرت افروز تھی کہ قلمبند ہونی چاہئے تھی، بہرحال اُس کا جو کچھ مغز اور لبِ لباب تھا اور جو مجھے یاد رہ گیا ہے اُسے اپنے الفاظ میں پیش کرتا ہوں، علامہ نے فرمایا "یہ دنیا تغیر و تبدل کی آماجگاہ ہے۔ یہاں کسی چیز کو استقلال و دوام نہیں، افراد و اشخاص کی طرح اقوام و ملل بھی مختلف داخلی اور خارجی اسباب کے ماتحت، تہذیب و تمدن اور فکر و عمل کے اعتبار سے بڑے بڑے نشیب و فراز سے گذرتی ہیں۔ لیکن فرد کی طرح ہر ملت اور قوم کی زندگی کا دار و مدار اُس کے احساسِ خودی (SELF REALISATIONS) پر ہے۔ اگر یہ چیز باقی ہے تو کوئی قوم خواہ کیسے ہی انقلابات و حوادث کا شکار ہو فنا نہیں ہو سکتی اور جونہی اُن انقلابات و حوادث کے اسباب میں ضعف و اضمحلال پیدا ہوگا وہ قوم پھر اپنی صالح روایات کے ساتھ پوری توانائی سے اپنا اصل مقام حاصل کر لے گی"۔ علامہ نے اپنے اس نظریہ کے ثبوت میں تاریخِ عالم سے دو تین مثالیں پیش کیں اور پھر فرمایا "آج پورا عالمِ اسلام مغربی استعمار و استیلا کے پنجہ میں جکڑا ہوا ہے۔ جس نے اس کی خودی کو مضمحل اور کمزور ضرور کر دیا ہے۔ مگر وہ فنا نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے، کیوں کہ اسلام کا نشہ ایک مرتبہ چڑھ کر بالکل اتر نہیں سکتا۔ اسی استعمار کا نتیجہ ہے کہ عالمِ اسلام کے فکر و عمل پر مغربی تہذیب و تمدن کا غلبہ ہے۔ لیکن یہ حالت دیرپا نہیں ہے۔ ان ملکوں میں عوامی تحریکات پیدا ہو رہی ہیں، وہ وقت جلد آنے والا ہے جب کہ ان ملکوں کے غلامی کے بندھن ٹوٹ جائیں گے اور یہاں قومی اور عوامی حکومتیں یا جمہوریتیں قائم ہوں گی۔ اور یہ بالکل فطری بات ہے کہ ہر قوم آزاد ہونے کے بعد اپنے ماضی کے ورثہ کو مضبوطی سے پکڑنے اور اُس کو ترقی دینے میں زیادہ سرگرم اور مستعد ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ یہی وہ سرمایہ ہوتا ہے جو اس کی خودی کی تکمیل کرتا اور قومی

اعتبار سے اسے استحکام اور انفرادیت بخشتا ہے، اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مختلف اسباب کے ماتحت اسکی قومی زندگی میں جو اجنبی عناصر شامل ہو گئے تھے۔ اُن میں سے جو عناصر اس کے قومی مزاج و طبیعت کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں وہ خود اس کی قومی زندگی کا جزء بن جاتے ہیں اور اس کے برخلاف جو عناصر اُس مزاج کے ساتھ ہم آہنگ نہیں ہو سکتے وہ یک قلم یا تدریجی طور پر چھٹتے اور دور ہوتے رہتے ہیں"۔ اس کے بعد فرمایا "آج اگر مصر مغربی تہذیب میں ڈوبا ہوا ہے تو میرے نزدیک یہ بُرا نہیں بلکہ اچھا ہے، کیوں کہ اس طرح اُس نے "محرم درونِ خانہ" کی حیثیت سے مغربی تہذیب کی ان برائیوں اور خرابیوں کا عملی تجربہ کر لیا ہے جو خود اس تہذیب کی ہلاکت کا سامان بنیں گی، اور چوں کہ ان لوگوں کے دلوں میں اسلام کی شمع بہرحال روشن ہے، اس لئے بس آزاد ہونے اور قومی حکومت کے بننے کی دیر ہے۔ جہاں ایسا ہوا پھر آپ دیکھیں گے اپنے ماضی کی طرف لوٹنے اور اپنے علمی و ثقافتی ورثہ کو زندہ کرنے اور اسے ترقی دینے کا جذبہ پیدا ہوگا۔ اور اس کا طبعی اور لازمی اثر یہ ہوگا کہ مغربی تہذیب کی اندھی تقلید سے آزاد ہو کر اسی تہذیب کے جو اچھے عناصر اور خدوخال ہیں اور جو بحیثیتِ عرب مسلمان کے اُن کے مزاج سے موافقت رکھتے ہیں انہیں یہ خود اپنی قومی تہذیب کا جزء بنا لیں گے۔ اور جن چیزوں سے اُن کے مزاج کو مطابقت نہیں ہوگی وہ جلد یا بدیر ختم ہو جائیں گی۔ اسلام ایک فعال حرکی اور نہایت موثر طاقت ہے۔ اسے اپنا عمل کرنے کے لئے آزادی ملنی چاہئے۔ غلامی کے دُور ہوتے ہی اسلام کی دبی ہوئی طاقت ابھر آئے گی اور اپنا کام کرے گی۔ آخر میں فرمایا "آپ "آج" کو دیکھ رہے ہیں، میری نظر "کل" پر ہے۔ میری نگاہ میں یہ سب قومیں سفر میں ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کی منزل کہاں ہے؟ اور انہیں کہاں پہونچ کر رُکنا ہے"۔

گذشتہ دو برس میں راقم کو چار مرتبہ مصر جانے کا اتفاق ہوا اور ہر مرتبہ علامہ مرحوم کی مذکورۂ بالا پیش گوئی دماغ میں اجاگر ہوتی رہی، آج اسلامیات پر کم و کیف کے اعتبار سے جو کام وہاں ہو رہا ہے کسی اسلامی ملک میں نہیں ہو رہا ہے، خصوصاً اسلامی دستور و قانون کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس پر بہتر سے بہتر کتابیں مسلسل نہ شائع ہو رہی ہوں حکومت اسلامی تعلیمات کی اشاعت اور اُن کی تبلیغ پر بے دریغ روپیہ خرچ کر رہی ہے، پھر سیاسی اور حربی طاقت و قوت اور تعمیر و ترقی کے منصوبہ بندی کے اعتبار سے جو پوزیشن آج جمہوریۂ متحدۂ عربیہ کی ہے وہ کسی اسلامی ملک کی نہیں اس لئے کون کہہ سکتا ہے کہ مشرق کے ترجمانِ حقیقت شاعر و فیلسوف نے جو بات کہی تھی وہ بے اصل و بے بنیاد تھی۔

م